

سوال سے احتراز کے بارے میں روایات

(مَا جَاءَ فِي التَّعَفُّفِ عَنِ الْمَسْئَلَةِ)

حَدَّثَنِي عَنْ مَالِكٍ عَنْ ابْنِ شَهَابٍ عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَزِيدَ اللَّيْثِيِّ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ أَنَّ نَاسًا مِنَ الْأَنْصَارِ سَأَلُوا رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَعْطَاهُمْ، ثُمَّ سَأَلُوهُ فَأَعْطَاهُمْ، حَتَّى نَفِدَ مَا عِنْدَهُ، ثُمَّ قَالَ: مَا يَكُونُ عِنْدِي مِنْ خَيْرٍ فَلَنْ أَدْخِرَهُ عَنْكُمْ، وَمَنْ يَسْتَعْفِفْ يُعِفَّهُ اللَّهُ، وَمَنْ يَسْتَغْنِ يُغْنِهِ اللَّهُ، وَمَنْ يَتَصَبَّرْ يُصْبِرْهُ اللَّهُ وَمَا أُعْطِيَ أَحَدٌ عَطَاءً هُوَ خَيْرٌ وَأَوْسَعُ مِنَ الصَّبْرِ.

”حضرت ابوسعید خدری سے روایت ہے کہ کچھ انصار آئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے انھوں نے سوال کیا تو آپ نے دیا، پھر سوال کیا تو پھر دیا، یہاں تک کہ آپ کے پاس جو کچھ تھا ختم ہو گیا تو آپ نے فرمایا کہ بھئی! میرے پاس جو مال ہوگا، میں اس کو تم سے اٹھا نہیں رکھوں گا، لیکن یاد رکھو کہ جو پاک دامنی اختیار کرنا چاہے گا، اللہ تعالیٰ اس کو پاک دامنی بخشے گا۔ اور جو استغنا اختیار کرنا چاہے گا، اللہ تعالیٰ

اس کو غنی بنادے گا۔ اور جو صبر اختیار کرنا چاہے گا، اللہ تعالیٰ اس کو صابر بنادے گا۔ اور یہ یاد رکھو کہ بہترین اور وسیع ترین عطیہ جو خدا کی طرف سے ملتا ہے، وہ صبر ہے۔“

وضاحت

یہ روایت ہے تو ابن شہاب کے ذریعے سے، مگر نہایت لا جواب روایت ہے۔ فلسفہ دین کے لحاظ سے یہ بہت اہم روایت ہے۔ بس ایسی روایات کی بدولت ابن شہاب کو اہمیت حاصل ہو گئی ہے اور ان ہی کے پردے میں وہ اپنی خرافات بھی بھر دیتے ہیں۔

اس روایت میں تمام بنیادی اخلاقیات آگئی ہیں۔ اگر آپ پاک دامن بننا چاہتے ہیں تو امتحان ضرور پیش آئے گا۔ اگر آپ ثابت قدمی سے کوشش کریں گے تو سیدنا یوسف علیہ السلام کی طرح بازی لے جائیں گے۔ اگر آپ ارادہ رکھتے ہیں کہ چاہے کچھ ہو جائے مانگوں گا نہیں تو ان شاء اللہ، اللہ تعالیٰ آپ کی مدد فرمائے گا اور آپ کو غنی کر دے گا۔ علیٰ ہذا القیاس، کسی امتحان میں اگر آپ نے ارادہ کر لیا کہ میں بہر حال استقامت دکھاؤں گا، گردن نہیں جھکاؤں گا تو اللہ تعالیٰ آپ کے اندر وہ صبر و استقامت پیدا کر دے گا جو آپ کو بہت اونچا آدمی بنادے گا۔ بہر حال، کوشش آپ کی طرف سے ہونی چاہیے۔ آخر میں بتا دیا کہ سب سے وسیع تر نعمت جو خدا سے مل سکتی ہے، وہ صبر ہے۔ اس میں شبہ نہیں کہ سارا دین دوستوں پر قائم ہے، آدھا شکر پر اور آدھا صبر پر۔

حَدَّثَنِي عَنْ مَالِكٍ عَنْ نَافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ وَهُوَ عَلَى الْمِنْبَرِ وَهُوَ يَذْكُرُ الصَّدَقَةَ وَالتَّعَفُّفَ عَنِ الْمُسْئَلَةِ: أَيْدُ الْعُلْيَا خَيْرٌ مِنَ الْيَدِ السُّفْلَى، وَالْيَدُ الْعُلْيَا هِيَ الْمُنْفِقَةُ، وَالسُّفْلَى هِيَ السَّائِلَةُ.

”حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منبر پر خطبہ دیتے ہوئے صدقہ پر ابھارتے اور سوال سے احتراز کی تلقین کرتے ہوئے فرمایا کہ اوپر والا ہاتھ بہتر ہے نیچے والے ہاتھ سے۔ اوپر والے ہاتھ سے مطلب خرچ کرنے والا اور نیچے والے ہاتھ سے مراد

مانگنے والا ہے۔“

وضاحت

’والید العلیا ہی المنفقۃ والسفلیٰ ہی السائلۃ‘ میرے نزدیک راوی کی طرف سے شرح ہے۔ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد صرف اوپر والا کثرا، یعنی الید العلیا خیر من الید السفلیٰ ہے۔ یہ بات ظاہر ہے کہ دینے والے ہاتھ کو لینے والے ہاتھ پر درجے اور مرتبے کے لحاظ سے ترجیح حاصل ہے۔ اس حدیث میں اس بات کی تلقین ہے کہ آدمی کو جب تک برداشت کر سکے، صبر کر سکے، مانگنے سے گریز کرنا چاہیے۔ اوپر والی حدیث میں یہ بات آچکی ہے کہ جو شخص اپنی خودداری کو بچانا چاہے گا، اللہ تعالیٰ اس کی خودداری کو محفوظ رکھے گا۔

حَدَّثَنِي عَنْ مَالِكٍ عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَرْسَلَ إِلَى عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ بِعَطَاءٍ فَرَدَّهُ عُمَرُ، فَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لِمَ رَدَدْتَهُ؟ فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، أَلَيْسَ أَخْبَرْتَنَا أَنَّ خَيْرًا لَّا حَدِنَا أَنْ لَا يَأْخُذَ مِنْ أَحَدٍ شَيْئًا؟ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّمَا ذَلِكَ عَنِ الْمَسْئَلَةِ، فَأَمَّا مَا كَانَ عَنْ غَيْرِ مَسْئَلَةٍ فَإِنَّمَا هُوَ رِزْقٌ يَرْزُقُكَ اللَّهُ، فَقَالَ عُمَرُ: أَمَّا وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَا أَسْأَلُ أَحَدًا شَيْئًا، وَلَا يَأْتِينِي مِنْ غَيْرِ مَسْئَلَةٍ شَيْءٌ إِلَّا أَخَذْتُهُ.

”عطاء بن یسار سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے پاس کوئی چیز بھیجی تو حضرت عمر نے لوٹا دی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے پوچھا کہ تم نے یہ کیوں لوٹا دی؟ تو انھوں نے کہا: کیا آپ نے یہ بات نہیں فرمائی تھی کہ ہمارے لیے بہتر ہے کہ ہم میں سے کوئی شخص کسی سے کوئی چیز قبول نہ کرے؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ تو اس شکل کے لیے ہے کہ جب کوئی آدمی سوال کرے، مگر بغیر سوال کیے کوئی چیز ملے تو وہ رزق ہے جو اللہ تعالیٰ

تمہیں دیتا ہے، تو اس پر حضرت عمرؓ نے کہا کہ خدا کی قسم جس کی مٹھی میں میری جان ہے، اب میں کسی سے مانگوں گا تو نہیں، لیکن اگر کوئی چیز بن مانگے ملے گی تو اس کو قبول کروں گا۔“

وضاحت

اس میں شبہ نہیں کہ بن مانگے جو چیز ملے، وہ اللہ تعالیٰ کا بھیجا ہوا رزق ہے، البتہ نہ مانگنے میں یہ بات بھی داخل ہے کہ دل میں اس کی تمنا نہیں ہونی چاہیے۔ بسا اوقات ایسا بھی ہوتا ہے کہ آدمی کے لیے دل شکنی کرنا مشکل ہو جاتا ہے تو دل شکنی نہیں کرنی چاہیے۔ اللہ تعالیٰ کی بھیجی ہوئی چیز کو خواہ مخواہ رد نہیں کرنا چاہیے، لیکن نہ اس کا طالب ہونا چاہیے نہ خواہش مند۔

حَدَّثَنِي عَنْ مَالِكٍ عَنْ أَبِي الزِّنَادِ عَنِ الْأَعْوَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ، لَأَنْ يَأْخُذَ أَحَدُكُمْ حَبْلَهُ فَيَحْتَطِبَ عَلَى ظَهْرِهِ خَيْرٌ مِنْ أَنْ يَأْتِيَ رَجُلًا أَعْطَاهُ اللَّهُ مِنْ فَضْلِهِ فَيَسْأَلُهُ أَعْطَاهُ أَوْ مَنَعَهُ.

”حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: خدا کی قسم جس کی مٹھی میں میری جان ہے، یہ بات کہ تم میں سے کوئی رسی اٹھائے اور لکڑیاں جمع کر کے اپنی پیٹھ پر ڈھو کر لائے بہتر ہے اس بات سے کہ وہ کسی ایسے شخص کے پاس جس کو خدا نے کچھ دیا ہے، آئے اور اس سے مانگے تو وہ چاہے اس کو دے یا نہ دے۔“

وضاحت

یہ صحیح مومنانہ کردار کی تعلیم ہے۔ مانگنے سے حتی الامکان احتراز کرنا چاہیے۔ البتہ وہ سوال اس سے مستثنیٰ ہوگا جو قومی، دینی، اصلاحی اور رفاہی کاموں کے لیے کیا جائے، اگرچہ اس میں خطرات بہت ہیں۔ اسلام میں اس قسم کے اداروں کی کفالت کی ذمہ داری حکومت پر ہے۔ عوام کے ہاتھوں میں آکر یہ کام تجارت کا ایک ذریعہ بن جاتا ہے۔

لیکن جن ممالک میں صحیح قسم کی حکومت رہی ہے، وہاں یہ بات کہی جاسکتی ہے کہ اچھے اہل دین لوگوں کو بھی جھولی اٹھا کر دوسروں کے سامنے چندہ مانگنے کے لیے جانا پڑتا ہے۔

حَدَّثَنِي عَنْ مَالِكٍ عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ عَنْ رَجُلٍ مِنْ بَنِي أَسَدٍ أَنَّهُ قَالَ: نَزَلْتُ أَنَا وَ أَهْلِي بِبَقِيعِ الْغُرَقِدِ، فَقَالَ لِي أَهْلِي: إِذْهَبْ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاسْأَلْهُ لَنَا شَيْئًا نَأْكُلُهُ وَجَعَلُوا يَدُكُرُونَ مِنْ حَاجَتِهِمْ، فَذَهَبْتُ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَوَجَدْتُ عِنْدَهُ رَجُلًا يَسْأَلُهُ وَرَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: لَا أَجِدُ مَا أُعْطِيكَ فَتَوَلَّى الرَّجُلُ عَنْهُ وَهُوَ مُغْضِبٌ وَهُوَ يَقُولُ: لَعَمْرِي إِنَّكَ لَتُعْطِي مَنْ شِئْتَ، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّهُ لَيُغْضِبُ عَلَيَّ أَنْ لَا أَجِدَ مَا أُعْطِيهِ مَنْ سَأَلَ مِنْكُمْ وَلَهُ أُوقِيَةٌ أَوْ عَدْلُهَا فَقَدْ سَأَلَ الْخَافَا — قَالَ الْأَسَدِيُّ: فَقُلْتُ: اللَّقْحَةُ لَنَا خَيْرٌ مِنْ أُوقِيَةٍ قَالَ مَالِكٌ: وَالْأُوقِيَةُ أَرْبَعُونَ دِرْهَمًا — فَرَجَعْتُ وَلَمْ أَسْأَلْهُ فَقَدِمَ عَلَيَّ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعْدَ ذَلِكَ بِشَعِيرٍ وَزَيْبٍ فَقَسَمَ لَنَا مِنْهُ حَتَّى أَغْنَانَا اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ.

وَعَنْ مَالِكٍ عَنْ الْعَلَاءِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ أَنَّهُ سَمِعَهُ يَقُولُ: مَا نَقَصَتْ صَدَقَةٌ مِنْ مَالٍ وَمَا زَادَ اللَّهُ عَبْدًا بِعَفْوٍ إِلَّا عِزًّا وَمَا تَوَاضَعَ عَبْدٌ إِلَّا رَفَعَهُ اللَّهُ. قَالَ مَالِكٌ: لَا أَدْرِي أَيْرَفُ هَذَا الْحَدِيثُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمْ لَا.

”عطاء بن یسار بنی اسد کے ایک شخص سے روایت کرتے ہیں۔ اس نے کہا کہ میں اور میرے گھر والے بقیع غرقہ میں اترے۔ گھر والوں نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جاؤ اور ان سے

سوال کرو کہ ہمیں کچھ کھانے کو دیں، اور وہ اپنی ضرورت بیان کرنے لگے۔ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تو وہاں دیکھا کہ ایک شخص آپ سے کچھ سوال کر رہا ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کو فرما رہے ہیں کہ بھئی! میرے پاس تمہیں دینے کے لیے کچھ نہیں۔ وہ شخص وہاں سے مڑا اور غصے میں تھا اور یہ کہہ رہا تھا: خدا کی قسم، آپ تو اس کو دیتے ہیں جس کو چاہتے ہیں، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دیکھیے، یہ شخص میرے اوپر غصہ اس بات پر ہو رہا ہے کہ میرے پاس اس کو دینے کے لیے کچھ نہیں ہے، اور جس نے تم میں سے سوال کیا جب کہ اس کے پاس ایک اوقیہ یا اس کے برابر مال ہے تو اس کا سوال الحافاً قرار پائے گا۔ اسدی شخص کہتا ہے کہ میں نے (دل میں) کہا کہ ہماری دودھ دینے والی اونٹنی تو ایک اوقیہ سے بہتر ہے۔ امام مالک کہتے ہیں کہ اوقیہ چالیس درہم کا ہوتا ہے۔ پس میں وہاں سے پلٹ آیا اور میں نے آپ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کچھ نہیں مانگا۔ اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کچھ جو اور منقی آئے تو آپ نے ہمارے لیے بھی اس میں سے بھیجا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں مستغنی کر دیا۔

امام مالک علاء بن عبد الرحمن کے بارے میں بتاتے ہیں کہ انھوں نے ان کو یہ فرماتے سنا کہ کسی مال میں سے صدقہ اس میں کمی نہیں کرتا اور جو شخص غنودہ درگزر کرتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کی عزت ہی میں اضافہ کرتا ہے۔ اور جو شخص تواضع کی راہ اختیار کرتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کا درجہ بلند کرتا ہے۔ امام مالک کہتے ہیں کہ مجھے یہ معلوم نہیں کہ یہ حدیث نبی صلی اللہ علیہ وسلم تک مرفوع ہے کہ نہیں۔“

وضاحت

اس حدیث میں عطاء بن یسار بنی اسد کے ایک شخص سے روایت کرتے ہیں۔ انھوں نے اس شخص کا نام نہیں لیا ہے۔ محدثین کے اصول کے مطابق اس روایت میں یہ ضعف کا پہلو ہے۔ اس کو صرف امام نسائی نے لیا ہے اور کسی نے نہیں لیا۔ امام مالک علاء بن عبد الرحمن سے روایت کے بارے میں کہتے ہیں کہ انھیں یہ معلوم نہیں کہ یہ حدیث نبی صلی اللہ علیہ وسلم تک مرفوع ہے کہ نہیں، گویا امام مالک سندوں کو اہمیت نہیں دیتے، بلکہ بات کو اہمیت دیتے ہیں، اس

لیے کہ سندوں میں لپیٹ کر نہ جانے کیا زہر دیا جاسکتا ہے، لیکن بات اگر وزن دار ہوتی ہے، اس کو دل قبول کرتا ہے تو یہ خود اس بات کی دلیل ہوتی ہے کہ یہ کلام بہر حال کسی پاکیزہ منبع سے نکلا ہے۔
'بقیع غرقہ' مسجد نبوی کے قرب میں ایک مقام ہے جس میں قبرستان بھی ہے۔

'الحاف' کے معنی لپٹ کر اور پیچھے پڑ کر سوال کرنے کے ہیں۔ 'لَا يَسْأَلُونَ النَّاسَ الْحَافًا' (وہ لوگوں سے لپٹ کر سوال نہیں کرتے) میں اصل مقصود سوال کرنے کی نفی ہے۔ 'الحاف' کی قید اس کے ساتھ صرف سوال کرنے والوں کی عام حالت کی تصویر اور اس کے گھنٹے پن کے اظہار کے لیے لگائی ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آدمی ایک اوقیہ کے برابر مال رکھتے ہوئے اگر سوال کرے گا تو وہ پیچھے پڑ کر مانگنے والے غیر مستحق سائل کے حکم میں ہوگا۔ راوی نے جب یہ سنا تو سوچا کہ میری اونٹنی کی مالیت تو اس سے زیادہ ہے۔ پھر میں کیوں نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کروں۔ چنانچہ وہ بغیر اپنا مدعا بیان کیے گھر والوں کے پاس لوٹ گیا۔ اللہ تعالیٰ نے اس کی ضرورت اس طرح پوری کر دی کہ اس حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کچھ جواور منقہ تھیم کے لیے آگئے تو آپ نے اس مسافر گھرانے کو بھی حصہ بھجوا دیا۔

امام مالک نے اوقیہ کی مقدار یہ بتائی کہ یہ چالیس درہم کے برابر ہے۔ یہ تعریف المجہول بالمجہول ہے۔ درہم کے نرخ بدلتے رہتے ہیں، بلکہ ہر چیز کے نرخ بدلتے رہتے ہیں، اس لیے آپ کوئی حساب ٹھیک طرح سے نہیں کر سکتے۔ موجودہ تمدن کے دور میں ضروری ہے کہ اس طریقہ کی تمام چیزوں میں زیادہ سے زیادہ یکسانی پیدا کر دی جائے۔ اگر ایسا ہو جائے تو بہت مفید ہوگا۔

(تذکرہ حدیث ۵۳۱-۵۳۷)

